داستانِ حریت

عبدالحمید شیخ کی جموں
جیل میں لکھی ہوئی ڈائری

جموں و کشمیر لبریشن فرنٹ

پیش لفظ

از حذیفہ گیلانی

ایک طویل عرصے سے ہماری یہ خواہش تھی کہ شہید عبدالحمید شیخ صاحب کی جموں سنٹرل جیل میں لکھی گئی سرگزشت کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ عوام الناس بالخصوص کشمیر کی نوجوان نسل اس سے مستفیذ ہوسکے مگر چند وجوہات کی وجہ سے یہ کام انجام نہ پاسکا۔اب اس خود نوشت کے لکھے جانے کے کم و بیش تیس سال بعد ہم نے اس مقدس فریضے کو انجام دینے کا بیڑا اٹھایا اور خدا کے فضل سے کامیاب رہے۔ہم عبدالحمید صاحب کی فیملی کے بھی نہایت ممنون ہیں جن کی وساطت سے تحریر کا اصل مسودہ ہمیں حاصل ہوا۔کشمیر کی اس عظیم سپوت کی لکھی گئی اس روداد کا ایک ایک لفظ ہمارے لیے مقدس ہے۔

کرو کج جبیں پہ سر کفن، میرے قاتلوں کو گماں نہ ہو

کہ غرورِ عشق کا بانکپن پسِ مرگ ہم نے بھلا دیا

کون جانتا تھا کہ 13 مارچ 1968 کو حاجی عبدالکبیر کے گھر پیدا ہونے والا یہ بچہ عزم وہمت کی ایک لازوال داستان رقم کرے گا اور تاریخ میں ہمیشہ کیلئے امر ہوجائے گا,جب بھی کشمیر کی تاریخ مرتب کی جائے گی آپکا نام ہمیشہ سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔ آپ بچپن سے ہی نہایت اچھی عادات اور ایک انقلابی ذہن کے مالک تھے۔غلامی کی لفظ سے شدید نفرت کرتے تھے۔1984 میں شہیدِ کشمیر مقبول بھٹ کی شہادت کے چند ماہ بعد جب بھارتی پنجاب میں جاری آپریشن بلیو اسٹار کے نتیجے میں سرینگر میں ہونے والے احتجاجی جلوس پر بھارتی قابض فوج کی جانب سے گولیاں چلائی گئی تو آپ بھی اس میں زخمی ہوگئے مگر یہ زخم وتکالیف آپکے بلند حوصلوں کو توڑ نہ سکی اور آپ پھر بھی تحریک آزادی میں متحرک رہے۔

۱۹۸۷ کے الیکشن کے بعد آپ نے بھارتی قبضے کے خلاف لڑنے کیلئے عسکریت کی راہ اختیار کرنے کی ٹھان لی اور جموں کشمیر لبریشن فرنٹ کے علم تلے وطن کی آزادی کے حصول کیلئے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا۔1989 میں جب آپ اپنے ساتھیوں اشفاق مجید وانی (شہید) اور یاسین ملک کے ہمراہ سرینگر کے علاقے حول سے گزر رہے تھے تو یکایک بھارتی خفیہ ادارے کا اہلکاروں نے ان پر حملہ کر دیا۔آپ نے جوابی کاروائی کرتے ہوئے ناصرف اپنے ساتھیوں کو بچایا بلکہ حملہ آوروں پر قہر خداوندی بن کر ٹوٹ پڑے، آخری گولی تک مقابلہ کرتے ہوئے شدید زخمی ہوئے اور اسی حالت میں گرفتار ہوئے۔

اسیری کے دوماہ بعد بھارت کے وزیر داخلہ کی بیٹی روبیعہ سعید کی یرغمالی کے عوض آپ کو آزاد کروالیا گیا۔ اس واقعے نے تحریک آزادی میں ایک نئی روح پھونک دی۔

اس نوجوان سپہ سالار نے کئی معرکوں میں بھارتی فورسز کو شرمناک شکست سے دوچار کیا، آپ کی وجہ سے بھارتی حکومت کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑ رہی تھی۔ آپ کی بے مثال قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے سرینگر کا ایک بڑا حصہ بھارتی افواج کے لیے علاقہ غیر بن چکا تھا

۱۸ نومبر ۱۹۹۲ کی شب آپ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تنظیم کی ایک میٹنگ سے واپسی پر عالی کدل کے مقام پر دریائے جہلم عبور کر رہے تھے کہ اسی اثناء میں بھارتی فورسز کے ایک گشتی دستے نے آپ کی کشتی پر فائر کھول دیا جس کے نتیجے میں آپ اپنے سات ساتھیوں سمیت شہادت کے رتبے پر فائز ہو گئے

شہید اشفاق مجید وانی کے والد صاحب نے بعد میں یہ دعوی کیا کہ شہید عبد الحمید کو دریائے جہلم کے سرد پانی سے نکال کر زندہ گرفتار کر لیا گیا تھا جہاں سے انہیں عقوبت خانے میں لے جا کر بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا اور بھارتی خفیہ اداروں کے لیے کام کرنے کا کہا گیا مگر آپ نے صاف صاف انکار کر دیا جس کے نتیجے میں انہیں ایک زہریلا انجیکشن لگا کر شہید کر دیا گیا۔

انہوں نے مزید کہا کہ عبد الحمید صاحب کا جسم سوجھا ہوا نہیں تھا۔ انکے ہاتھ، ماتھا، ناک اور ہونٹ سفید ہو چکے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ شہادت کے بعد انکے جسم کا برف خانے میں رکھا گیا تھا تاکہ لوگوں کو یقین دلایا جا سکے کی انکی موت ڈوبنے سے واقع ہوئی ہے۔ انکی داہنی ٹانگ پر گھٹنے کے نیچے سوئی کا نشان تھا۔

شہید اشفاق کے والد اور وہاں موجود کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر تشویش کا اظہار کیا تو بریگیڈیئر سندر راداجن پدمانبھن (جو کہ اس آپریشن کی قیادت کر رہے تھے اور بعد میں بھارتی افواج کے چیف آف آرمی اسٹاف بنے) نے انہیں دھمکاتے ہوئے کہا کہ اس واقعے کو مت اچھالو ورنہ تمہارا بھی یہی انجام ہو گا

قارئین کرام! کشمیری قوم کی یہ امانت آپ تک پہنچا دی گئی ہے، آیئے ہم سب مل کر قائد محترم شہید عبد الحمید شیخ کے پیغام حریت اور "نظریہ خود مختار کشمیر" کو عام کریں اور اسکی خاطر کسی قسم کی جانی و مالی قربانی دینے سے دریغ نہ کریں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں ہمارے رہبر شہید عبد الحمید کی تعلیمات پر عمل کرنے اور انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کشمیر بنے گا خود مختار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں کوشش کرونگا کہ جو کچھ بھی ہمارے ساتھ 1988ء سے ہوا وہ سب کچھ قلم بند کرلوں۔ میں صرف وہ کچھ لکھوں گا جس کے بارے میں مجھے پوری طرح علمیت ہو۔ مجھے یہ سب لکھنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ کچھ قریبی ساتھیوں اور کچھ بزرگوں کے بار بار مجبور کرنے پر میں آج سے یہ سب کچھ لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ انشاالله میں اس کام میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا

~ عبدالحمید شیخ ~

سنٹرل جیل جموں

میری آپ بیتی

1988 سے ہی شروع کرتا ہوں۔ 1988 تک میں کافی بار گرفتار ہو چکا تھا۔ اس ہی دوران میری ملاقات کافی حریت پسند ساتھیوں سے ہوئی۔ میری زیادہ تر ملاقاتیں جیلوں، پولیس تھانوں وغیرہ میں گرفتاری کے دوران ہی حریت پسند ساتھیوں سے ہوئی۔ ہم گرفتار کیوں ہوتے تھے؟ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہوتی تھی کہ ہم سب آزادی کے دیوانے تھے۔ اس ہی جرم میں مجھے اکثر گرفتار کیا گیا۔ یہاں تک کہ میرے والدین کو بھی نہیں بخشا گیا۔ کشمیر پولیس نے اکثر میرے گھر پر چھاپے مارے۔ یہاں تک کہ میری ماں کو بھی گرفتار کیا گیا اور سات دن تک اُنکو پولیس اسٹیشن کی حوالات میں رکھا گیا۔ ان دنوں میرا تعلق اسلامک اسٹوڈنٹس لیگ کے ساتھ تھا۔ ان دنوں میں ابھی ایک طالب علم ہی تھا۔ بار بار گرفتار ہونے کی وجہ سے میری تعلیم پر بہت ہی برا اثر پڑا اور میں اپنی تعلیم کو بھی جاری نہ رکھ سکا۔

پھر میں نے ہی سوچ بچار کر پڑھائی کو خیر آباد کہا کہ جس چیز کو ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ میری پڑھائی سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔ مجھے پڑھائی کا کافی شوق تھا اور میرے والدین کو بھی یہی شوق تھا کہ ہمارا بیٹا اعلی سے اعلی تعلیم حاصل کرے۔ مجھے میرے والد صاحب بار بار یہی کہتے تھے کہ میں تمہیں کبھی نہیں روکوں گا تمہیں جو کرنا ہوگا تم وہ کر لینا مگر پہلے اچھی طرح سے تعلیم حاصل کر لو۔ میرے والد صاحب کو پہلے سے ہی معلوم تھا کہ جس راستے پر ہمارا بیٹا چل پڑا ہے وہ کافی خطرناک ہے مگر جب میں نے اپنے والد صاحب کو سمجھایا تو وہ بہت ہی جلد مان گئے کہ جو بات میں کہتا تھا، ٹھیک ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میں اب پوری طرح ایک تحریک کے ساتھ منسلک ہو گیا۔ روز نئے چہرے دیکھتا تھا۔ جس کی وجہ سے میرے اندر جذبہ اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔

اب میرا پڑھائی کی طرف کوئی دھیان نہیں رہا۔ رات دن بس ایک ہی خیال ہوتا تھا کہ کب کہاں اور کس وقت کوئی ایسا مسئلہ ہو جائے جہاں پر ہم اپنے جذبات کا اظہار کریں اور اپنی آزادی کی لیئے کوئی کام کریں۔ اس ہی دوران 1984 میں جب پنجاب میں آپریشن blue star ہوا تو دوسرے دن سرینگر میں بھی اس کے خلاف ہڑتال ہو گئی ابھی بٹ صاحب (کی پھانسی) کو کچھ ہی دن ہوئے تھے لوگوں خاص کر ان جوانوں کے جو بٹ صاحب کے بارے میں جانتے تھے جذبات اس واقعے سے اور بھی زیادہ بڑھ گئے ورنہ حقیقت میں کشمیریوں کا اس مسئلے کے ساتھ کوئی خاص تعلق نہ تھا یہ صرف ہندوستان کے ساتھ کشمیریوں کی نفرت تھی کہ جب بھی دنیا کی کسی کونے میں کسی پر ظلم ہوتا تھا ہم کشمیری سڑکوں پر

نکل آتے تھے اور انکے لیے Protest کرتے تھے چنانچہ اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔ لال چوک سرینگر سے ایک جلوس نکلا جس میں سکھ اور مسلمان دونوں شامل تھے۔

جلوس پر وزیر باغ پہنچنے پر گولی چلائی گئی جس کی وجہ سے کچھ آدمی شہید اور کافی زیادہ زخمی ہوگئے۔ اس وقت ایک گولی میری ٹانگ میں بھی لگ گئی۔ جس کی وجہ سے میں کافی دنوں تک گھر میں ہی بیمار پڑا رہا۔ میرے گھر والے بھی اس واقعے سے کافی پریشان ہوگئے۔ اس واقعہ کے بعد پولیس میرے پیچھے لگ گئی۔ اس کے فوراً بعد ہی بابری مسجد کا واقعہ پیش آیا۔ اس دوران مجھے اور میرے دوسرے کچھ ساتھیوں کو گرفتار کرلیا گیا۔ ایک مہینے کے بعد ہمیں ضمانت پر رہا کیا گیا۔ اس کے بعد میری اور بھی زیادہ لڑکوں سے واقفیت پیدا ہوئی۔ جن میں سے کچھ خاص اور قریبی ساتھی شہید کشمیر اشفاق مجید وانی، محمد یاسین ملک صاحب، جاوید احمد میر صاحب, شوکت بخشی، مشتاق احمد بٹ عرف گوگہ، شہید سجاد احمد شاہ، شہید محمد عبداللہ بنگرو، شہید محمد ایوب بنگرو، محمود ساغر، نعیم خان، فردوس احمد (میڈیکل ایجنسی والا)، نثار احمد وغیرہ ہیں۔

بار بار گرفتار ہونے کی وجہ سے میری ملاقات اکثر حریت پسند جوانوں سے ہوتی تھی۔ میں زیادہ تر پولیس اسٹیشن شیرگڑھی میں رہا۔ جہاں میرے ساتھ، یسین صاحب، مشتاق احمد بٹ، شوکت بخشی، محمود ساغر، مشتاق ساغر، عبداللہ بنگرو، مقبول الٰہی وغیرہ بھی تھے جن کے ساتھ میری کافی زیادہ واقفیت ہوگئی۔ اب ہماری اکثر ملاقاتیں ہونے لگی تھی۔ اس ہی دوران محمد اعظم انقلابی صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ ان سے کبھی کبھار کوئی کتاب وغیرہ پڑھنے کے لیے لے جاتا تھا۔ رحمانی صاحب اور جماعت اسلامی والوں سے بھی ملاقاتیں ہونے لگی تھی اور اب میں اکثر ان لوگوں سے ملتا رہتا تھا جن کا تعلق پہلے کسی حریت پسند تنظیم سے ہوتا تھا جیسے people's league یا الفتح وغیرہ۔ اور ان سے کافی باتیں ہوتی تھیں صرف اس لیئے کہ کوئی ایسا راستہ مل جائے جس سے ہم اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔

مگر کسی بھی جگہ سے کسی ایسی بات کا سراغ نہیں ملتا تھا۔ اکثر لوگ جو مجھے جانتے تھے وہ پوچھتے تھے کہ تم ایسی راہ پر کیوں چلتے ہو، آخر کیا وجہ ہے اور تمہیں کس چیز نے مجبور کیا کہ تم لوگ ہندوستان جو کہ اتنا بڑا ملک ہے اس کے

خلاف مہم جوئی کرو۔ کیا تم اپنی قوم کو آزاد کر سکتے ہو؟ مٹھی بھر جوان کبھی کسی قوم کو آزاد نہیں کروا سکتے جب تک پاکستانی فوج یہاں نہ آجائے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ اب سوال یہ تھا کہ کیا پاکستانی فوج ایک بار پھر ہندوستان سے ٹکرلے سکتی ہے؟ کچھ لوگ ہم پر یہاں تک شک کرتے تھے کہ کہتے تھے کہ ان کو پاکستان گورنمنٹ کی طرف سے روپے ملتے ہیں اسلیے یہ لوگ یہ سب کچھ کرتے ہیں۔ میرے لیے یہ سوالات کافی عجیب ہوتے تھے۔ مجھ سے اکثر وہ لوگ یہ سوالات کرتے تھے جو ہر لحاظ سے مجھ سے بڑے ہوتے تھے۔ میں ان سوالات پر کافی حیران و پریشان ہوتا تھا۔

کبھی کبھی میں سوچتا تھا کہ کیا انکو حقیقت میں اپنی قوم کے بارے میں کچھ بھی پتہ نہیں ہے؟ اور جس قوم کو خود اپنے بارے میں یہ بھی احساس نہ ہو کہ ہم غلام ہیں اس قوم کا اپنی شناخت کو سمجھنا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ کیا ہم کو ہندوستان نے نماز پڑھنے کی اجازت نہیں دی ہے؟ کیا ہماری مسجدوں پر تالے لگے رہتے ہیں؟ ہم تو نماز بخوبی پڑھتے ہیں، الیکشن بھی لڑتے ہیں، پھر ہم غلام کیسے ہیں؟ اور تب ہم ان کو یہ جواب دیتے تھے کہ نماز پڑھنے سے یا ووٹ ڈالنے سے ہی کوئی قوم آزاد نہیں ہوجاتی۔ اور یہ کہ 1947 سے پہلے جموں کشمیر ایک الگ ملک تھا اور ہمارا اپنا حکمران تھا۔ سب کچھ اپنا تھا اور پھر پاکستان نے 1947 میں کشمیر پر حملہ کیا اور اس ہی دوران مہاراجہ نے ہندوستان سے مدد کی درخواست کی تو پھر ہندوستان کی فوج نے یہاں سے پاکستانی فوج کو واپس نکالا اور تب سے آج تک یہاں ہندوستان کا ہی قبضہ ہے۔ وہ پہلے تو یہ بات ماننے کو تیار ہی نہیں ہوتے تھے۔

آخر کار اگر کوئی مان بھی جاتا تھا تو پھر وہ یہ کہتا تھا ٹھیک ہے کہ ہم غلام ہیں مگر ہندوستان ایک ترقی یافتہ ملک ہے اور پاکستان اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر ہم ہندوستان کے ساتھ ہی ٹھیک ہیں ہندوستان کے ساتھ رہ کر ہم ترقی کر سکتے ہیں اور ویسے بھی اب یہاں سے ہندوستان کو نکالنا مشکل ہے کیونکہ انکی فوج تعداد کے لحاظ سے کافی زیادہ ہے۔ ہم کر بھی کیا سکتے ہیں اگر پاکستان حملہ کرے تب شاید کچھ ہو سکتا ہے۔ مجھے اس بات پر بہت غصہ چڑھتا تھا کہ ہماری قوم کیسی قوم ہے جو یہ جانتے ہوئے بھی کہ ہم غلام ہیں اور ہندوستان نے ہمیں زبردستی غلام بنا رکھا ہے پھر بھی یہ کہتی ہے ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ جو کچھ بھی ہوگا، وہ پاکستان کریگا یا خدا کرے گا ہماری قوم صرف ایک چیز میں لگ گئی تھی وہ تھا دولت بنانے میں کیونکہ ہندوستان نے یہاں پر جس طرح روپے خرچ کیے اس سے ہر کوئی اس ہی فکر میں لگا رہتا تھا کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ امیر ہو جاؤں۔ اس میں ہمارے لوگوں کی کوئی غلطی نہیں تھی کیونکہ ہماری قوم نے جس لیڈر پر بھی بھروسہ کیا

اُس نے اس مظلوم قوم کے ساتھ دھوکہ کیا۔ ہر ایک کرسی کے پیچھے پڑا تھا۔ یہاں کے لیڈر حضرات کو پتہ تھا کہ اگر ہم لوگوں کے سامنے حقیقت ظاہر کرینگے تو ہندوستان کی گورنمنٹ ہم کو حکومت سے الگ کر دے گی۔ 1947 کے بعد بھی اگر کچھ تھا تو اس کو یہاں کی "شیرِ کشمیر" شیخ محمد عبداللہ نے ختم کرادیا۔ اس نے ہندوستان کے ساتھ الحاق کرکے کرسی کے عوض پوری قوم کا سودا کردیا اور اپنے اتنے سالوں کی قربانی کو صرف کرسی کے لئے فروخت کرڈالا۔ ایسے میں ہماری قوم اور کر بھی کیا سکتی تھی۔ اب یہ لوگ ہر ایک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

اوپر سے ہماری کشمیر پولیس کا جو رول تھا وہ بھی بہت افسوسناک تھا۔ جب بھی وہ دیکھتے تھے کہ کوئی جوان ہندوستان کے خلاف بغاوت کررہاہے تو اس کا وہ حال ہوتا تھا جو کہ ایک جانور کا ہوتا تھا۔ جب بھی ہم کسی ایسے جوان کو دیکھتے تھے جو interrogation centre سے نکلا ہوا اس کی حالت ہی خراب ہوتی تھی۔ یہ سب دیکھ کر ہماری روح کانپ جاتی تھی۔ اس سے وہ حریت پسند مجاہد پست ہمت تو ہوتا تھا مگر میدان نہیں چھوڑتا تھا۔ ہندوستان کے خلاف بغاوت کی یہ تحریک اور بھی زیادہ زور پکڑتی گئی۔ دن بہ دن لڑکوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ گرفتاریاں بھی بڑھتی گئی۔ روز کوئی نہ کوئی نیا چہرہ میدان میں نظر آتا تھا جس سے ہماری ہمت بھی بڑھ جاتی تھی۔ 1984 کے واقعے کے بعد کشمیر کی تحریک نے ایک نیا موڑ لیا۔ جس سے یہاں کے نوجوانوں میں یہ شعور پیدا ہو گیا کہ ہم کو خود اپنی آزادی کے لیۓ کچھ کرنا ہوگا۔

11 فروری 1984 کو جب شہید اعظم محمد مقبول بٹ کو دہلی کے تہاڑ جیل میں پھانسی دی گئی تو کشمیر میں ایک طوفان کھڑا ہو گیا۔ ہر ایک کی زبان پر ایک ہی سوال تھا کہ بٹ صاحب کو پھانسی کیوں دی گئی؟ اس بات کا جواب کوئی عام آدمی نہیں دے سکتا تھا۔ اس کا جواب کشمیر میں یا پاکستان میں کچھ لوگوں کے پاس ضرور تھا۔ مگر شروعات وہ لوگ بھی خاموش رہے۔ ان کی خاموشی کی وجہ سے ہی شہید بٹ صاحب کو کبھی ڈاکو اور کبھی ایجنٹ کہا گیا۔ بٹ صاحب کا تعلق پہلے جماعت اسلامی جموں کشمیر کے ساتھ تھا مگر انہوں (جماعت اسلامی) نے لوگوں کے سامنے اس وقت حقیقت کو ظاہر نہ کیا بلکہ خاموش رہے مگر کچھ لوگ جو حقیقت میں آزادی پسند تھے انہوں نے اس وقت بھی حق کو نہیں چھپایا جن میں محمد اعظم انقلابی صاحب، شبیر احمد شاہ صاحب اور P.C کے عبدالغنی لون صاحب وغیرہ تھے۔ حق تو آخر حق ہی ہوتا ہے۔

انسان کچھ بھی کر لے حقیقت چھپ نہیں سکتی۔ کشمیر کے ہر جوان تک بٹ صاحب کی آواز شہادت کے بعد بھی پہنچ گئی۔ جس نیک مشن کو لے کر بٹ صاحب پاکستانی کشمیر سے آئے تھے۔ ہندوستان کے ایجنٹوں نے بہت کوشش کی کہ یہ حقیقت لوگوں کے سامنے نہ آئے مگر ایسا نہ ہوا۔ بٹ صاحب بھی اس ہی غرض سے واپس کشمیر آئے تھے کہ یہاں کے حریت پسند نوجوانوں کو پاکستانی کشمیر لے جا کر وہاں ہتھیار چلانے کی تربیت دی جائے۔ اس سلسلے میں انہوں نے کچھ لڑکوں کو پار روانہ کیا اور وہاں انہوں نے ٹریننگ حاصل کی۔ بٹ صاحب کی شہادت کے پہلے سال شہر سرینگر میں ہم نے بہت سی جگہوں پر ہڑتال کروائی مگر یہ ہڑتال زیادہ کامیاب نہ رہی جسکی وجہ صرف یہ تھی کہ یہاں کے لوگوں کو اپنے عظیم رہنما کے بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا۔ اور N.C (national conference) والوں نے اس ہڑتال کو ناکام بنانے کی بہت زیادہ کوششیں کی مگر دن بہ دن حالات بدلتے گئے۔ اُس وقت میں بھی بٹ صاحب کے بارے میں زیادہ نہیں جانتا تھا۔ اُن دنوں اعظم صاحب گرفتار تھے۔ اُن کی رہائی کے بعد ان سے اور کچھ دوسرے بزرگوں سے بٹ صاحب کے بارے میں بہت کچھ سنا۔ جس سے پھر میں بھی پوری طرح قائل ہو گیا کہ بٹ صاحب ایجنٹ نہیں بلکہ آزادی پسند مجاہد تھے۔ میں بٹ صاحب کے بارے میں کیا لکھوں؟ اتنی میری ہمت نہیں مگر یہ ضرور کہ سکتا ہوں کہ جہاں بٹ صاحب کی شہادت سے میرے جیسے ہزاروں نوجوان تیار ہو گئے وہاں لوگوں کو یہ بات بھی سمجھ آ گئی کہ کشمیر کے مسئلہ کا ایک ہی حل ہے اور وہ ہے جنگ آزادی یعنی گوریلا جنگ، وہ جنگ جو ہمیں خود لڑنی ہو گی جس میں ہمیں کسی دوسرے کا سہارا نہ لینا ہو گا تب جا کر ہم کہیں آزاد ہو سکتے ہیں کیونکہ بقولِ شاعر:

ہمیں خود ناخدا بننا پڑے گا اپنی کشتی کا

سہاروں کا بھروسہ کیا، سہارے ٹوٹ جاتے ہیں

ساتھ ہی ساتھ بٹ صاحب کی شہادت سے کشمیری قوم کو بہت زیادہ نقصان ہوا یہ کشمیری قوم کی بدقسمتی تھی کہ بٹ صاحب ہم میں زیادہ مدت تک موجود نہ رہے۔ شہید بٹ صاحب ایک عظیم لیڈر تھے۔

انکی شہادت کے بعد میں نے بہت ہی مشکل سے بٹ صاحب کی ایک فوٹو گراف اور انکی ایک tape-cassette لائی۔ جب بھی کبھی میں اسکو تنہائی میں سنتا تھا تو خود بہ خود میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے اور دن بہ دن میرا عزم اور بھی زیادہ مضبوط ہوتا گیا اور میں نے بھی بٹ صاحب کے اس نعرے پر لبیک کہا کہ

کشمیر کے مسئلے کا واحد حل

گوریلا جنگ، گوریلا جنگ

اور یہ عزم کرلیا کہ میں بھی کشمیر کی آزادی کے لیے اپنے خون کا آخری قطرہ تک بہادوں گا۔

میرے اندر جو آگ بھڑک رہی تھی میں اس کو کسی بھی طرح سے بجھاناتھا۔ میں دن رات بھٹکتا رہا کہ کب مجھے میری منزل ملے۔ کبھی ایک جگہ کبھی دوسری جگہ۔ اس ہی دوران مجھے دو اور ساتھی ملے جو اکثر میرے ساتھ ہی رہتے تھے، عبد الحمید بٹ اور گوہر احمد بہادر۔ ہم۔ ہر جگہ ہم اکھٹے جایا کرتے تھے۔ ان دنوں ہم محمود احمد ساغر سے بھی ملا کرتے تھے۔ محمود صاحب کا تعلق people's league کے ساتھ تھا۔ اکثر جب بھی کبھی کوئی لڑائی گورنمنٹ کے خلاف ہوتی تھی ہم بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ اسی دوران میری ملاقات یسین صاحب، اشفاق صاحب اور جاوید صاحب وغیرہ سے ہوئی۔ ان سے اب اکثر ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ جب بھی کسی جگہ لڑائی ہوتی تھی تو ہم سب وہاں ضرور پہنچ جاتے تھے۔ اس دوران میں کافی بار یسین صاحب کے گھر بھی گیا۔ وہاں پر اور بھی کافی لڑکوں سے ملاقات ہوتی تھی۔

اکثر پروگرام وہاں پر ہی بنتے تھے یا پھر بٹہ مالو میں۔ پہلی بار میں 85-86 میں گرفتار ہوا اور اسکے بعد اکثر گرفتار ہوتا رہا۔ پہلی بار مجھے مہاراج گنج پولیس نے گرفتار کیا۔ دوسری بار شیر گڑھی پولیس نے، پھر بٹہ مالو پولیس، پھر راجباغ انٹراگیشن سنٹر لے جایا گیا۔ پھر کبھی شیر گڑھی، کبھی مہاراج گنج، کبھی بٹہ مالو، کبھی راجباغ انٹراگیشن سنٹر اور کبھی سرینگر سنٹرل جیل وغیرہ۔ گرفتاری کے دوران میرے ساتھ مشتاق احمد ساغر، محمود احمد ساغر، مشتاق احمد بٹ، محمد یسین ملک، شوکت احمد بخشی*، ہمایوں آزاد شہید، محمد عبداللہ بنگرو، شہید محمد ایوب بنگرو، محمد مقبول الہی، بلال صدیقی اور جماعت اسلامی وغیرہ کے افراد ہوا کرتے تھے

1986 کے دوران ہی اسلامک اسٹوڈنٹس لیگ کا قیام عمل میں آگیا۔ اس دوران لیگ کے صدر مولوی سید عبدا شرازی* تھے۔ نوجوانوں کی اکثر تعداد لیگ کے ساتھ تھی اور دن بہ دن نئے لڑکے لیگ میں شامل ہوتے گئے۔ بہت ہی کم مدت میں لیگ نے بہت زیادہ کام کیا۔ اور کشمیر کے نوجوانوں میں یہ شعور پیدا کیا کہ ہم غلام ہیں ہمیں یہ غلامی کی زنجیریں توڑنی پڑیں گی۔ اس دوران بھی میں اکثر گرفتار ہوتا رہا۔ اور دن بہ دن کشمیر کی تاریخ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کرنے لگا۔ اسی دوران 1987 میں اسمبلی الیکشن ہوئے۔ مجھے پہلے سے الیکشن سے نفرت تھی مگر اس بار کے الیکشن پہلے والے الیکشنوں سے مختلف تھے۔ اس بار میرے دل میں جو آگ 1984 سے جل رہی تھی میں اسکا اظہار کرنا چاہتا تھا۔ اس آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہتا تھا۔

اس الیکشن میں ہم نے M.U.F کو support کیا۔ کیونکہ اس وقت اکثر نوجوان ہمارے ساتھ تھے۔ I.S.L کی ایک میٹنگ کرسو* راجباغ میں ہوئی جس میں آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ ہم M.U.F کا ساتھ دینگے۔ ہم سب نے M.U.F کا بھرپور ساتھ دیا۔ ہر جگہ انکی مدد کی جہاں بھی انکو تقاریر کرنی ہوتی تھی وہاں ہم انکے ساتھ رہتے تھے۔ جگہ جگہ ہمیں N.C والوں، پولیس اور دوسری پارٹیوں ے ساتھ لڑائی کرنی پڑتی تھی کیونکہ N.C والوں کے پاس کافی غنڈے بدمعاش ہوتا کرتے تھے جو کسی دوسری پارٹی کو تقریر وغیرہ نہیں کرنے دیتے تھے اور پولیس بھی انکی ہر قسم کی مدد کرتی تھی۔ جہاں بھی M.U.F والے تقریر کرتے تھے وہاں پر N.C والے حملے کرتے تھے اور I.S.L کے لڑکوں کی وجہ سے ہی ہر جگہ N.C والوں کو واپس بھاگنا پڑتا تھا۔ ایک دن سرینگر کے مایسومہ میں M.U.F کے سید علی شاہ گیلانی کو تقریر کرنی تھی۔ اس سے کچھ روز قبل ہم بہت سارے I.S.L کے لڑکے جماعت اسلامی کے دفتر بٹہ مالو میں موجود تھے۔ وہاں پر گیلانی صاحب بھی تھے۔ کافی باتیں کرنے کے بعد گیلانی صاحب اور محمد یوسف شاہ نے ہم سب سے کہا کہ یہ میری خواہش ہے کہ ہم لال چوک میں ایک بار تقریر کریں کیونکہ وہاں پر کسی اور پارٹی کو N.C والے تقریر نہیں کرنے دیتے تھے۔ کیونکہ مایسومہ کا پورا علاقہ N.C کا حامی تھا اس لیے وہاں پر گیلانی صاحب یا کسی اور کا تقریر کرنا بہت ہی مشکل تھا۔ ہم نے اپنے سب لڑکوں کو پوری طرح تیار کیا اور گیلانی صاحب وغیرہ سے وعدہ کیا کہ ہم انشاالله آپ کی یہ خواہش پوری کریں گے۔ سب لڑکوں نے اس روز مایسومہ لال چوک میں آکر گیلانی صاحب وغیرہ کو بہت ہی مشکل حالات کے باوجود تقریر کروائی جس پر N.C والوں نے حملہ بھی کیا مگر ہم سب نے اسکو ناکام بنادیا۔ اُس وقت ہر طرف I.S.L کے لڑکے موجود تھے۔ آخر کار جماعت اسلامی والوں کی یہ خواہش بھی پوری ہو گئی۔

ختم شدہ

یادداشتیں:

امتیاز احمد کے ساتھ انٹرویو: عبدالحمید شیخ، جے کے ایل ایف

کشمیر ٹائمز میں بیان

"حمید شیخ نے اپنا دفاع کرنے سے انکار کر دیا"

کشمیر کے لوگوں کے حقِ خود ارادیت کے مطالبے کو دہراتے ہوئے جے کے ایل ایف کے سابق ڈپٹی چیف نے خود پر لگے الزامات کے خلاف اپنا دفاع کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

پریس کو جاری کردہ ایک دستخط شدہ الزام میں حمید شیخ نے کہا ہے کہ انہیں پبلک سیفٹی ایکٹ کے تحت لگائے گئے الزامات کے خلاف اپنا دفاع کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ انہیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ انکے دفاع کی اہمیت صرف ذاتی نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ہے۔ یہ دستخط شدہ خط ان کی طرف سے جموں میں PSA کے تحت زیر حراست لوگوں کے مقدمات کا جائزہ لینے کیلئے بنائے گئے ایڈوائزری بورڈ کے اراکین کو بھیجا گیا تھا۔ جیل حکام نے زیر حراست جے کے ایل ایف رہنما کی جانب سے بورڈ کے سامنے خط پیش کیا۔ بورڈ نے گزشتہ ایک سال کے دوران جموں سنٹرل جیل میں قید کشمیری نوجوانوں کیے معاملات کا جائزہ لینے کے لیے اپنی میٹنگ یہاں منعقد کی۔ یہ خط حمید شیخ کی جانب سے بورڈ کے نوٹس کے جواب میں لکھا گیا، جس میں ان کے خلاف PSA کی دفعات کے تحت لگائے گئے الزامات پر جواب طلب کیا گیا تھا۔ انہوں نے جے کے ایل ایف کے دیگر ساتھیوں کی جانب سے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا جو جموں اور ریاست سے باہر مختلف جیلوں میں قید ہیں۔ حمید شیخ نے مزید کہا کہ وہ خود کو اس صرف اس قانون کے سامنے پیش کریں گے جو جموں و کشمیر کے لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ انہوں نے اس بات کو تاریخ پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ ان کے اور جے کے ایل ایف کے دیگر ساتھیوں کی طرف سے جموں و کشمیر کے لوگوں کے لیے کیے گئے دعویٰ کے سلسلے میں اپنا فیصلہ سنائے اور وہ موجودہ (ہندوستانی) قانون کے تحت اپنا دفاع کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔

ایڈوائزری بورڈ کے سامنے

شیخ عبدالحمید، سابق ڈپٹی چیف جے کے ایل ایف

مجھے اپنا دفاع کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ میں یہ جواب کبھی نہ بھیجتا اگر مجھے یہ محسوس نہ ہوتا کہ میرا دفاع صرف ذاتی نوعیت کا نہیں بلکہ اسکی اہمیت اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جموں و کشمیر میں لوگوں کے لیے آزادی اور مواقع کی شدید کمی کی وجہ سے، میں اور JKLF کے میرے ساتھی، جن میں سے بہت سے شہید ہو چکے ہیں اور کچھ جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں، پچھلے اڑتالیس سالوں سے مستقل مزاجی سے اپنے نظریات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جہاں تک جموں و کشمیر کا تعلق ہے، ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ لوگوں میں آزادی کی خواہش کے بڑھتے ہوئے شعور نیک نیتی سے اظہار کیا جائے۔ اس وجہ سے مجھ پر (ہندوستانی) قانون کی تعزیری اور احتیاطی دفعات کا اطلاق کیا گیا ہے، جہاں قانون لوگوں کی مرضی پر مبنی نہ ہو، وہاں وہ ان کی امنگوں کو دبانے کے لیے استعمال ہوتا ہے، ایسے کسی قانون کا کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے۔ اگرچہ اسے زبردستی کچھ عرصے کے لیے نافذ کیا جائے۔ اس (ہندوستانی) قانون سے بالاتر بھی ایک قانون ہے، وہ قانون جو عوام کی امنگوں کی نمائندگی کرتا ہے۔ میں بخوشی خود کو اس عوامی قانون کے سامنے پیش کرتا ہوں اور ایسے ٹربیونل کا میں پورے اعتماد کے ساتھ سامنا کروں گا۔ میں نے اور میرے جے کے ایل ایف کے ساتھیوں نے جموں و کشمیر کے لوگوں کے لیے جو اقدامات کیے ہیں، اسکا فیصلہ میں تاریخ پر چھوڑتا ہوں۔

سنٹرل جیل جموں,

زیر حراست بمطابق: پبلک سیفٹی ایکٹ (PSA)

مورخہ: جنوری 1991,23

مجھے نام نہاد ایڈوائزری بورڈ کے سامنے اس ایکٹ کے خود پر نفاذ کے خلاف اپنا دفاع کرنا تھا لیکن چونکہ ہم ہندوستان کے آئین کو نہیں مانتے، میں اپنا دفاع کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ میں نے یہ مختصر بیان ایڈوائزری بورڈ کے سامنے پیش کیا ہے۔

1. آج نیوز ٹریک کے دو لوگ میرے پاس آئے اور مجھے انٹرویو کے لیے ترغیب دینے کی کوشش کرنے لگے، لیکن میں نے کوئی انٹرویو یا بیان دینے سے انکار کر دیا۔
2. ایڈوکیٹ جناب محمد اسلم غنی کے ساتھ انٹرویو۔
3. ایڈوکیٹ جناب غلام نبی ہگرو کے ساتھ انٹرویو

اہم دن

پہلی بارڈر کراسنگ	16 جنوری 1988
واپس سرینگر	3 اپریل 1988
دوسری بارڈر کراسنگ	نومبر 1988
واپس سرینگر	10 فروری 1989
تیسری بارڈر کراسنگ	اپریل 1989
گرفتاری اور (گولی لگنے کا) زخم	31 اکتوبر 1989
میری والدہ کی گرفتاری	اپریل 1989
اشتہاری مجرم قرار پایا	اپریل 1989
گولی لگنے سے زخمی ہوا	اکتوبر 1989

روبیعہ سعید (وزیر داخلہ کی بیٹی)۔ 3 دسمبر 1988 کا اغواء۔

رہائی	13 دسمبر 1989
گرفتاری	6 اگست 1990
گولی لگنے سے زخمی ہوا (ہاتھ پر)	22 جنوری 1990
شہادت	19 نومبر 1992

(آخری سطر گھر کے کسی فرد نے شہادت کے بعد شامل کی ہے)

عبدالحمید شیخ (انتہائی دائیں) یاسین ملک، اشفاق مجید وانی اور رؤف کشمیری کے ساتھ، پاکستانی مقبوضہ کشمیر میں، 1987

کمانڈر حمید شیخ، اپنے حریت پسند ساتھیوں کے ساتھ سرینگر میں

انکے سات ساتھی جو انکے ساتھ عالی کدل کے مقام پر شہید ہوئے

کرفیو کے باوجود شہید عبدالحمید شیخ کی نمازِ جنازہ ادا کیے جانے کے منظر

ایک نوجوان، شہادت کی بعد حمید شیخ کے ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے

حمید شیخ شہید، اپنے ہائیڈ آؤٹ (Hide-out) پر بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے، یاد رہے جے کے ایل ایف نے بھارتی مقبوضہ کشمیر کے ایک بڑے علاقے کو ہندوستانی فورسز کے لیے علاقہ غیر بنا دیا تھا، انہی علاقوں میں حریت پسندوں کے ہائیڈ آؤٹ پائے جاتے تھے۔ جے کے ایل ایف کے حریت پسند اپنے دوستانہ رویے کی وجہ سے عوام میں بے حد مقبول تھے۔

صورہ ہائیڈ آؤٹ (Hide-out) پر

شہید کمانڈر مشتاق احمد لون کے ساتھ

ہسپتال میں، زیر حراست، 1989

سرینگر میں ہائیڈ آؤٹ (Hide-out) پر

کمانڈر عبدالحمید شیخ (انتہائی بائیں جانب) اپنے حریت پسند ساتھیوں کے ساتھ سرینگر میں
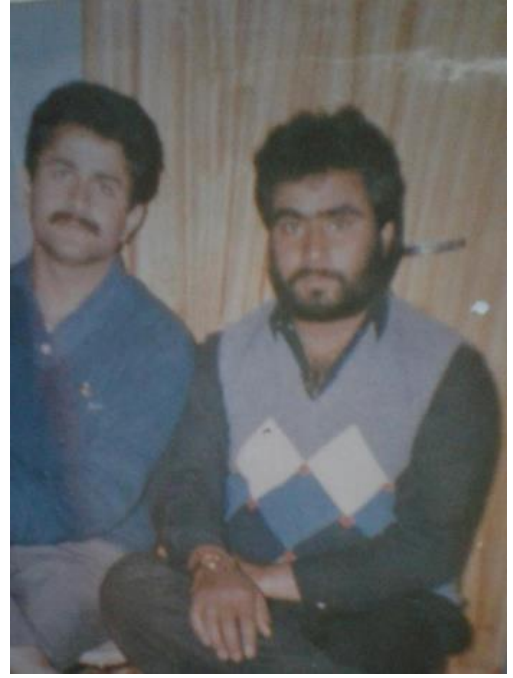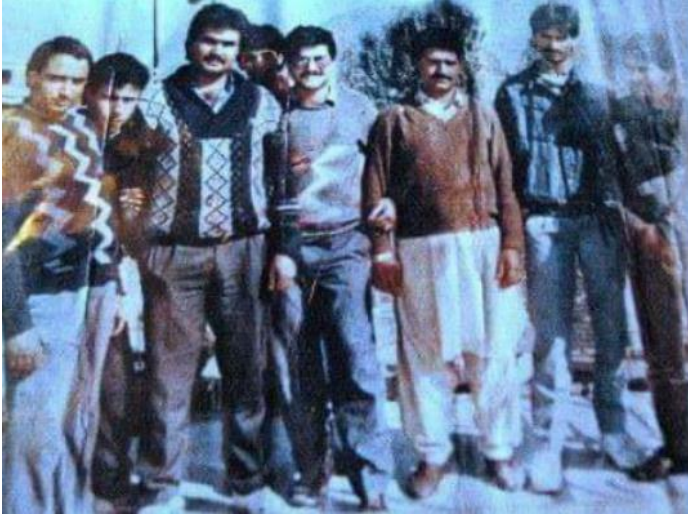
شہید اشفاق مجید وانی کے ساتھ

سرینگر کے ضلعی کمانڈر سلیم ناناجی کے ساتھ اپنے ہائیڈ آؤٹ (Hide-out) پر

شہید کمانڈر مشتاق احمد لون کے ساتھ، سرینگر میں

شیخ

عبدالحمید اپنے والد کبیر چاچا اور خاندان کے دیگر اراکین کے ساتھ

جنازہ پر لی گئی تصویر

شہادت کے بعد لی گئی تصویر

شہیدوں کی روحیں مخاطب ہیں مجھ سے
میرے ہم وطن! یہ خیانت نہ کرنا
ہمارے لہو سے رنگے ہاتھ جن کے
ان ظالموں کی بیعت نہ کرنا

مدہوش بلہمی